تفسیر سورۂ فاتحہ

از افادات مولانا حمید الدین فراہیؒ

ترجمہ مولانا امین احسن صاحب اصلاحی

مولانا حمید الدین فراہی رحمتہ اللہ علیہ نے سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھنے کے لیے بعض باتیں بطور یادداشت قلمبند کر لی تھیں۔ یہ یادداشت فاتحہ نظام القرآن کے ساتھ چھاپ دی گئی ہے۔ اس کی حیثیت مرتب تصنیف کی نہیں ہے اس لیے اس سے استفادہ عام لوگوں کے لیے مشکل ہے لیکن ہے یہ قیمتی فوائد پر مشتمل۔ اس لیے اس کے ضروری مطالب کا ترجمہ ان صفحات میں شائع کیا جاتا ہے۔ اس کے بعض حصے بالکل رموز و اشارات کی قسم کے ہیں وہ عام اردو داں طبقہ کے لیے کچھ مفید نہ ہوتے۔ وہ میں نے ترجمہ سے نکال دیے ہیں۔ جب یہ ترجمہ بشکل کتاب شائع کرنے کی نوبت آئے گی، اس میں شامل کر لیے جائیں گے۔ بعض فوائد بعنوان "تذکرہ" تھے وہ بھی میں نے ترجمہ میں نہیں لیے۔ اختصار و ابہام کی وجہ سے بغیر توضیح کے ان کا ترجمہ مفید نہ ہوتا اور اس کے لیے دوسری فرصت کی ضرورت ہے۔ اس میں مولف رحمہ اللہ نے متعدد مقامات پر توضیح و تفصیل کے وعدے کیے ہیں لیکن وہ وعدے اس یادداشت کو پیش نظر رکھ کر نہیں کیے ہیں بلکہ اپنی مافی الذہن کتاب کے لحاظ سے کیے ہیں۔ ناظرین کو یہ بات سامنے رکھنی چاہیے ورنہ ان کو جگہ جگہ مایوسی ہو گی۔ (مترجم)

فصل اول جس طرح ایک گوہر آبدار میں مختلف تابناک پہلو ہوتے ہیں، اسی طرح اس سورۃ کے نظام کے بھی مختلف رُخ ہیں۔ میں اس کے مختلف رخوں کو ایک ایک کر کے سامنے لانا چاہتا ہوں۔

۱۔ (پہلا رُخ)، یہ سورۃ قرآن مجید کا دیباچہ اور بالاجمال اس کے تینوں علوم[1] کی جامع ہے۔ چنانچہ علما نے اس کا نام مُوَفِّیَہ (پورا کرنے والی) رکھا ہے۔ دیباچۂ قرآن اور جامع علوم سہ گانہ ہونے کی وجہ سے یہ خود ایک

[1] توحید، رسالت، معاد (مترجم)

مستقل قرآن ہے کیونکہ دیباچہ کتاب اصل کتاب پر ایک شئے مزید ہوتا ہے۔ لیکن یہ معاملہ کا صرف ایک پہلو ہے حقیقت کے اعتبار سے، دیباچہ کتاب، کتاب کا ایک جزء ہوتا ہے۔ سورۃ کی یہ حیثیت ہمارے علماء پر خود قرآن سے روشن ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا احسان عظیم جتاتے ہوئے فرمایا ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ۔ ہم نے تم کو سات دہرائی ہوئی اور قرآن عظیم دیا۔ سلف سے لے کر خلف تک علماء کا اتفاق ہے کہ "سبع مثانی" سے مراد یہی سورۂ فاتحہ ہے۔ اس تاویل کو سامنے رکھ کر دیکھو کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک علیحدہ "قرآن عظیم" قرار دیا ہے۔ گویا یہ سات آیتیں مجموعہ سے الگ ایک مستقل شان رکھتی ہیں۔ اور اگر عطف کو تفسیر کے لیے نہ مانا جائے، بلکہ اس کا مطلب یہ قرار دیا جائے کہ ہم نے تم کو سات آیتیں دیں اور ان کے ساتھ قرآن عظیم دیا، تو بھی یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ یہ ساتوں آیتیں قرآن پر زائد ہیں اور بہر شکل ان کی حیثیت ایک مستقل اور جامع حیثیت ہے۔

یہیں سے وہ بات صاف ہو جاتی ہے جو روایات میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مصحف میں سورۂ فاتحہ نہیں تھی۔ قرآن مجید دراصل سینوں کی حفاظت میں ہے۔ حضرت جبریلؑ اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس سے لے کر آئے۔ اُن سے آنحضرت صلعم نے لیا۔ آپ نے اپنے صحابۂ کرامؓ کو سکھایا۔ صحابہؓ نے اس کو زبانی محفوظ کیا اور پھر مزید حفاظت کے لیے اس کو مصحف میں بھی جمع کر لیا۔ پس اگر یہ بات صحیح ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فاتحہ اپنے مصحف میں نہیں لکھی تو اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ ہر مسلمان کے سینہ میں لکھی ہوئی ہے اور ہر روز ایک مسلمان کی زبان اس کو ۳۲ مرتبہ سے زیادہ دہراتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جس چیز کو ہمارے سینہ نے اپنی حفاظت میں لے لیا وہ بہتر سے بہتر طریق پر محفوظ ہو گئی۔ وہ چیز اب روح اور جسم کے ساتھ ہے۔ کوئی جابر سے جابر بادشاہ بھی ہم سے اس کو چھین نہیں سکتا اور کسی لمبے سے لمبے سفر میں بھی، اپنے مال و متاع کی طرح، تمھیں اس کے نقل و حفاظت کے لیے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں رہی۔

اس موقع پر عربوں کی یہ خصوصیت بھی قابلِ ذکر ہے کہ جتنی بات وہ زبانی محفوظ رکھ سکتے تھے اس کو ضبط

تحریر میں لانے کی زحمت نہیں اٹھاتے تھے۔ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے اسی طرح محفوظ کیا۔ امت میں حفاظ کی اتنی کثیر تعداد پیدا کر دی کہ اس کا شمار کرنا مشکل ہے۔ توریت کے معاملہ میں یہ ہوا کہ بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ کلمۂ توحید کو زبانی محفوظ کر لیں۔ اس کے علاوہ جو احکام تھے وہ ایک صحیفہ میں محفوظ کر دیے گئے جو آہستہ آہستہ فراموش اور ضائع ہو گئے۔ یہ سورۃ چونکہ ہمارے لیے نماز کی سورۃ قرار پائی اس وجہ سے امت پر واجب ہوا کہ لوگ اس کو سینوں میں محفوظ کر لیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا اس کا مقصد یہی تھا لیکن بعض لوگوں نے غلط فہمی کی وجہ سے یہ گمان کیا کہ انھوں نے اس سورۃ کو سرے سے مصحف ہی سے خارج کر دیا حالانکہ اس سے ان کا دامن پاک ہے۔

۲۔ رہا یہ سوال کہ تمام علوم قرآن کی یہ جامع کس طرح ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید بالاجمال تین قسم کے علوم پر مشتمل ہے۔ توحید، شرائع، معاد۔ اگر ہم ان تینوں کی ایسی تشریح کرنے کی کوشش کریں کہ یہ پھیل کر پورے قرآن کو اپنے دامن میں سمیٹ لیں تو ہم اصل بحث سے ہٹ کر ایک وسیع الاطراف بحث میں الجھ جائیں گے اور ہمارے لیے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ جو شخص تدبر کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرے گا اس پر یہ حقیقت خود بخود روشن ہو جائے گی۔ لیکن ہمارے اس کہنے کا یہ منشا ہرگز نہیں ہے کہ قرآن مجید کا کچھ حصہ توحید کے بیان میں ہے، کچھ شرائع کے بیان میں اور کچھ معاد کے بیان میں اور یہ تینوں مباحث علیحدہ علیحدہ پائے جاتے ہیں۔ قرآن میں مباحث کی یہ ترتیب ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ یہ سارے علوم اس میں باہمدگر ملے جلے ہوتے ہیں، علیحدہ علیحدہ ایک دوسرے سے بالکل ممتاز اور نمایاں صورتوں میں نہیں ہوتے۔ سورۂ فاتحہ میں بھی ان مضامین کے اجتماع کی نوعیت یہی ہے۔ توحید ایک تشریف کی طرح سورت کی پوری قامت پر پڑی ہوئی ہے اور اس کے نیچے شرائع اور معاد کے مطالب ہیں۔ سورۃ کی تفسیر سے ان شاء اللہ یہ تمام اشارات روشنی میں آجائیں گے۔

۳۔ اوپر کی تفصیلات سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو گئی کہ یہ سورۃ نماز کے لیے کیوں مخصوص کی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس نے فاتحہ پڑھ لی اس نے بالاجمال گویا سارے قرآن کو پڑھ لیا۔ اور جب تفصیلات کا علم ہو چکا ہو تو ایک اجمالی اشارہ ان سب کی یادداشت کو تازہ کر دینے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ اب ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں

کہ یہ سورۃ تکمیلِ نماز کے لیے ہے اور کوئی نماز اس نماز سے زیادہ کامل نہیں ہو سکتی جو ان کلمات پر مشتمل ہو۔ اس معجزانہ اسلوب کے علاوہ دوسرے الفاظ و اسالیب میں بھی اس سورۃ کے مطالب نماز کے لیے ماثور ہوئے ہیں[1]۔ جہاں تک نماز کی تاریخ معلوم ہے کوئی نماز ایسی نہیں معلوم جو فاتحہ کی رُوح سے خالی ہو۔ اسی وجہ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بغیر فاتحۃ کتاب کے نماز نہیں اور امت کے حال پر کیسی بے پایاں شفقت ہے حضور کی کہ آپ نے فرمایا کہ جو نماز بغیر فاتحہ کے ہو، ناقص ہے، ناقص ہے، ناقص ہے تاکہ لوگوں پر تکمیلِ نماز کے لیے اس عنصر کی اہمیت اچھی طرح واضح ہو جائے اور اس کو یہود و نصاریٰ کی طرح چھوڑ نہ بیٹھیں۔ یہ چیز ان کی کتابوں اور ان کے انبیا کی تعلیم میں موجود تھی لیکن انھوں نے اس کی قدر نہیں پہچانی جیسا کہ ہم اس کی تفصیل فصل[2] ..... میں کریں گے۔ ان لوگوں نے اس کو چھوڑ کر اپنی نمازوں میں من گھڑت دعائیں داخل کر لیں۔ ان میں بار بار تبدیلیاں کیں اور پھر ان کی وجہ سے طرح طرح کے جھگڑے اور فتنے برپا کیے لیکن اس امت پر یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و احسان ہے کہ اس کے اندر کا کوئی گروہ بھی اس سورۃ کی عظمت و اہمیت سے غافل نہیں ہے۔ جس طرح نمازوں کی تعداد، ان کی رکعات اور ان کے قیام و قعود کے بارے میں سب متفق اللفظ ہیں اسی طرح اس سورت کے پڑھنے کے بارے میں بھی پورا اتفاق اور اجماعِ کلمہ موجود ہے۔ جس طرح قرآن تبدیل و تحریف سے محفوظ کر دیا گیا اسی طرح ہماری نماز بھی ہر طرح کے تغیر سے محفوظ کر دی گئی۔ پس اس پروردگار کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم کو یہود و نصاریٰ کی طرح گمراہی اور تاریکی میں بھٹکنے کے لیے نہیں چھوڑا بلکہ ضلالت کے تمام مواقع سے بچا لیا۔ یہ اس امر کا صاف ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمایت و نصرت اسلام کے لیے اب بھی عام ہے۔ اس کا سایہ آج بھی ممتد ہے اور قوموں اور امتوں کے لیے اس زمانہ میں بھی وہی نشانِ اُمید ہے۔ اسی مینارہ پر اللہ تعالیٰ کی روشنی چمکتی ہے اور یہی ملتِ بیضا ہے جس کے پاس اللہ کی کتاب اس کے عہد کی حیثیت سے محفوظ ہے اور ہماری نماز اسی عہد کا

---

[1] عیسائیوں کی سورہ فاتحہ کی طرف اشارہ ہے جو لوقا وغیرہ میں مذکور ہے اور آگے چل کر جس کی مصنف رحمۃ اللہ نے تشریح کی ہے (مترجم)

[2] دوسری فصل میں اس کی تفصیل کسی قدر ملے گی (مترجم)

ایک نشان ہے جیسا کہ توریت، انجیل اور قرآن سے ثابت ہے۔ اس کی تفصیل تفسیر سورۂ فتح کے آخر میں ملیگی۔

یہ امور ہم نے اس لیے بیان کیے ہیں کہ اس سورت کی منزلت، نیز اس نماز کی عظمت و اہمیت ہماری نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے پائے جس میں یہ خلوص کے ساتھ پڑھی جائے اور اُن لوگوں کے دعوے کی غلطی آشکارا ہوجائے جو کہتے ہیں کہ اسلام، خدانخواستہ، اللہ کی روشنی سے محروم ہوکر مخذول ہوچکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مبعوث فرمایا اور آپ سے نصرت اور اتمام نعمت کا وعدہ فرمایا هُوَ الَّذِيٓ أَرۡسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلۡهُدَىٰ وَدِينِ ٱلۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ وہی ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ تاکہ اس کو سارے دین پر غالب کرے۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ اس وعدہ کو پورا فرمایا۔ آپ کی فتوحات کی بشارتیں اس قدر کثرت کے ساتھ وارد تھیں کہ یہود آپ کے ظہور کے بعد کفار پر غلبہ کے امیدوار تھے۔ كَانُوا۟ يَسۡتَفۡتِحُونَ عَلَى ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟۔ کتب مقدسہ میں اُن لوگوں کی تعریف کی گئی تھی جو یروشلم میں داخل ہونے والے تھے۔ اور خود قرآن مجید میں اسلام کے شجرۂ طیبہ کی ہونہاری اور برکت بخشی کا ذکر ان لفظوں میں وارد ہے ذَٰلِكَ مَثَلُهُمۡ فِي ٱلتَّوۡرَىٰةِۚ وَمَثَلُهُمۡ فِي ٱلۡإِنجِيلِ كَزَرۡعٍ أَخۡرَجَ شَطۡـَٔهُۥ فَـَٔازَرَهُۥ فَٱسۡتَغۡلَظَ فَٱسۡتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِۦ يُعۡجِبُ ٱلزُّرَّاعَ

کیا جس کے ظہور کی بشارتیں اتنے شاندار لفظوں میں سنائی گئی تھیں وہ محض افسانہ تھا؛ اور جس مبارک درخت کی خیرات و برکات اتنی بے پایاں بیان ہوئی تھیں وہ کوئی گھوسے کا پودا تھا جو آن کی آن میں اُگا اور اکھاڑ لیا گیا! ۔ حاشا و کلا! ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ سرافگندگی اور نامرادی صرف باطل کا حصہ ہے۔ حق سربلند ہونے اور پھلنے پھولنے کے لیے آیا ہے۔

۴۔ (دوسرا رُخ)۔ یہ پڑھ چکے ہو کہ سورۂ فاتحہ دیباچۂ قرآن ہونے کی وجہ سے تمام علوم قرآن کی جامع ہے۔ اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس طرح یہ قرآن کے علوم سہ گانہ کی جامع ہے اسی طرح قرآن کے نظم کی بھی جامع ہے۔ یعنی اگر تم فاتحہ کی تلاوت کرو تو قرآن اپنی پوری نظمی ہیئت میں تمہارے سامنے آجائے گا۔ گویا یہ

ایک چھوٹا سا آئینہ ہے جس کے اندر قرآن عظیم کا پورا عالم جھلک رہا ہے۔ یہ اس کے جامع اور موفیہ ہونے کا دوسرا رخ ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ قرآن بحیثیت مجموعی غور کرو تو نظر آئے گا کہ یہ اللہ کی حمد سے شروع ہوتا ہے اور درجہ بدرجہ اسلام کے اصول ظاہری و باطنی کی تفصیل کرتا ہوا کمال فتح و نصرت[1]، مخالفین کی ہلاکت[2] اور تکمیل فرض نبوت تک پہنچتا ہے۔ اس کے بعد سورہ اخلاص آخری عہد کی حیثیت سے نمودار ہوتی ہے۔ اور جب اس ترتیب کے ساتھ اس شہر قدسی کی تکمیل، اس کی شہر پناہ اور برجوں کی تعمیر ہو چکتی ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے دروازے پر دو پہرہ دار کھڑے کر دیئے گئے ہیں یا دو تلواریں لٹکا دی گئی ہیں جو اس کی حفاظت کر رہی ہیں۔ ہماری مراد معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) سے ہے۔ گویا قرآن مجید ایک جنت عدن ہے جس پر دو کڑ دبی چمک دار تلواریں لیے ہوئے نگرانی کر رہے ہیں۔ تفصیل اس کی سورتوں کے نظام کی تشریح کے سلسلہ میں ملے گی۔

قرآن مجید کی یہ تصویر نگاہوں کے سامنے رکھو اس کے بعد سورہ فاتحہ پر غور کرو۔ اس چھوٹے سے نگین کے اندر بھی وہ پورا شہرستان معانی تمہیں نظر آئے گا جو قرآن میں دیکھ چکے ہو۔ اس کا آغاز بھی حمد سے ہوتا ہے۔ پھر عدل نمایاں ہوتا ہے جو تمام معاملات پر حاوی ہے۔ پھر عبادات کی دو اصلیں سامنے آتی ہیں۔ پھر صراط مستقیم (یعنی توحید و سنت) نمودار ہوتی ہے۔ پھر تعوذ ہے اور معوذتین کی طرح یہاں بھی تعوذ ظاہری اور تعوذ باطنی دونوں ہیں۔ شرح اس اجمال کی طویل ہے۔ آخری سورتوں کی تفسیر جب تمہارے سامنے ہو تو اس مقابلہ کا اصلی حسن بے نقاب ہوگا۔[3] تاہم سورۃ کے کلمات کی تفسیر کے ذیل میں ہم بعض امور کی طرف اشارہ کریں گے۔ اب اسی روشنی میں دیکھو تو مجموعی قرآن کی طرح یہ سورۃ بھی جنت عدن کے مثل ہے جس پر دو کڑ دبی پہرہ دے رہے ہیں۔ یہ تشبیہ کوئی شاعرانہ خیال آرائی نہیں ہے بلکہ ایک اہم حقیقت ہے جس کی تفصیل ہم ان شاء اللہ کریں گے۔

---

[1] سورہ نصر کے مضمون کی طرف اشارہ ہے۔

[2] سورہ تبّت کی طرف اشارہ ہے۔

[3] جو لوگ اس مقام کی تفصیل کے طالب ہوں وہ سورۂ کافرون، کوثر اور لہب کی تفسیروں کی ابتدائی فصلیں پڑھیں (مترجم)

۵۔ (تیسرا رخ) یہ سورۃ نماز کی سورۃ ہونے کی وجہ سے جب سارے قرآن پر مقدم ہوئی تو اس سے لازمی نتیجہ ایک تو یہ نکلا کہ نماز دین کے اولین احکام میں سے ہے اور دوسرا یہ کہ جو شخص نماز کا تارک ہے وہ دراصل سارے دین کا تارک ہے۔ چونکہ یہ بات بطور اشارہ مستنبط ہوئی تھی اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ کتاب و سنت میں اس کی تحقیق کی جائے سو تحقیق کے بعد یہ بات ثابت ہوئی کہ ہمارا استنباط کتاب و سنت کے بالکل مطابق ہے۔ اس اشارہ کی صحت کے بعد ہمارے نزدیک نماز کا مرتبہ بہت اونچا ہو گیا کیونکہ اسی کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ اپنے عہد کا سررشتہ قرار دیا ہے۔ سورہ بقرہ کی تفسیر میں، فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ کے تحت ہم نے لکھا ہے کہ اس امت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا عہد نماز ہے۔ جب تک ہم نماز پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں گے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمارا رشتہ مضبوط رہے گا۔ اس وقت تک ہم اپنے دشمنوں پر غلبہ پائیں گے۔ اور اس دشمن ازلی سے بھی مامون رہیں گے جو ہمارے پہلو میں ہے، جیسا کہ قرآن میں اجمالاً و تصریحاً اس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ، نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور ترک نماز کی وجہ سے بعض ملتوں کی گمراہی کا ذکر ان لفظوں میں ہوا ہے۔ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا، ان کے بعد اُن کے ایسے جانشین آئے جنھوں نے نماز ضائع کر دی اور شہوتوں کے پیچھے پڑ گئے، وہ بہت جلد ہی گمراہی سے دوچار ہوں گے۔ یہ آیت انبیاء کرام اور ان کی انعام یافتہ جماعت کے ذکر کے بعد آئی ہے جس کے صاف معنی یہ ہوئے کہ نماز کا ترک اللہ کی منعم علیہم جماعت سے نکل جانے کے مرادف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فاتحہ میں خاص طور پر اس بات کے لیے دعا کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مبارک اور انعام یافتہ جماعت کے نقش قدم پر چلائے۔

یہاں اسی پر بس کرتے ہیں۔ سورہ حج میں الَّذِينَ إِنْ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ کے تحت اس کی تشریح ملے گی۔ علاوہ ازیں سورہ مومنون، سورہ بقرہ آیت حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ اور سورہ کوثر میں بھی اس باب کے نہایت اہم حقائق بیان ہوئے ہیں۔ [1] (باقی)

[1] اس کے بعد مصنف نے کئی فصلوں میں سورۃ کے بعض اشارات کی تفصیل کی ہے۔ جو عام ناظرین کے لئے مفید نہ ہو گی۔